1446 Safar

صفرالمظفر ۱۴۴۶ ہ ق

اگست 2024 ء

2024 Aug



خدیجۃ الکبریٰ

BANAT- E- KHADEEJATUL KUBRA

شمارہ 06

# مجلہ بنات خدیجۃ الکبریٰ

- عورت کی عجیب فطرت
- خواتین کا رجال سازی میں کردار
- اس زندگی سے میری معذرت ہے

https://umnews.net

# فہرست مضامین

اداریہ

# پیسہ داروں کیلیئے فیصلے کرتی عدالت

پاکستان، جوکہ گزشتہ کئی سالوں سے دنیا میں کرپشن اور ناکام ترین نظام عدل میں ٹاپ پر ہے افسوس اس پر نہیں ہے کہ یہاں پاکستان کا نام آتا ہے، بلکہ افسوس تو اس بات کا ہے کہ اسلام کے نام پر وجود پانے والے ملک کے ساتھ یہ چیزیں جڑ گئی ہیں اب حال ہی میں پیش آنے والے ایک ٹریفک حادثے سے اس بات کا اندازہ لگائیں کہ اتنے چھوٹے لوگ عدالتوں کو خرید سکتے ہیں تو کرسیوں پر براجمان جابرہ کیا کچھ نہیں کر سکتے؟

## خبر ملاحظہ کریں:

"کراچی کے علاقے کارساز روڈ کنگری ہاؤس کے قریب کار کی ٹکر سے خاتون سمیت دو افراد جاں بحق ہو گئے، کار سوار خاتون نے فرار کی کوشش کی تو مشتعل افراد نے گھیر لیا، پولیس اور رینجرز نے جائے وقوعہ پہنچ کر دو خواتین کو حراست میں لے لیا۔

ریسکیو ذرائع کے مطابق خاتون ڈرائیور سے سفید رنگ کی پراڈو بے قابو ہو کر دیگر گاڑیوں کو روندتی ہوئی موٹر سائیکلوں سے جا ٹکرائی، حادثے میں دو شہری جاں بحق اور چار زخمی ہوئے۔ جاں بحق ہونے والوں میں "عمران عارف" اور "آمنہ" شامل ہیں۔

پولیس کے مطابق حادثے کی ذمہ دار دو خواتین کو حراست میں لے لیا گیا ہے، حادثے کے بعد کار سوار خاتون گاڑی چھوڑ کر فرار ہو گئی تھیں جنہیں مشتعل ہجوم نے پولیس کے حوالے کیا۔ عینی شاہدین نے آج نیوز کو بتایا کہ تیز رفتار جیپ پیچھے موٹر سائیکلوں کو روندتے ہوئے آ رہی تھی۔ پولیس کا کہنا ہے کہ حادثے کا سبب بننے والی گاڑی نجی کمپنی کے نام پر رجسٹرڈ ہے۔ پولیس نے زیر حراست خواتین سے مزید تفتیش شروع کر دی ہے۔ ایس ایچ او تھانہ بہادر آباد محمد نعیم نے بتایا کہ حادثے کی ذمہ دار خاتون کا نام نتاشا دانش ہے، جو معروف صنعت کار کی قریبی عزیز ہے۔ نتاشا کے پولیس کو دئے گئے بیان کے مطابق وہ کے ڈی اے اسکیم ون میں واقع گھر سے نکلی تھیں، حادثے کے وقت

خاتون سے گاڑی بے قابو ہوئی۔

ایس ایچ او محمد نعیم نے بتایا کہ سات افراد موقع پر زخمی ہوئے اور دو افراد جاں بحق ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ خاتون نتاشا شادی شدہ اور معروف صنعت کار دانش اقبال کی قریبی عزیز ہیں جن کے خلاف قانونی کارروائی کی جا رہی ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ خاتون نتاشا کا طبی معائنہ کیا گیا، خاتون ذہنی دباؤ میں ہیں، ان کے پاس برطانوی ڈرائیونگ لائسنس ہے۔"



## اس خبر کو لیکر چند سوالات ہیں:

بار بار صنعت کار لکھنے کا سبب کیا ہے؟ پولیس کو اتنی جلدی کیسے پتہ چلا کہ نتاشا ذہنی دباؤ میں ہے؟ اگر یہی نتاشا کسی غریب "آمنہ" کی گاڑی سے مرتی تو کیا کیس کا یہی حال ہوتا؟
اگر ذہنی دباؤ میں تھی تو ہیلمٹ نہ پہننے اور موٹر سائیکل چلاتے وقت فون پر بات کرتے غریبوں سے سو دو سو رشوت لینے والی پولیس ایسی حالت میں اتنی بڑی گاڑی چلانے والی کسی صنعت کار کی عزیز کو کم از کم اس لاپراہی کی سزا ملے گی؟ اگر یہ اتنی ذہنی مریض تھی تو اس کا میڈیکل ریکارڈ میڈیا پر لایا جا سکتا ہے؟ اگر ذہنی مریض تھی تو اسے آٹھ دس کمپنیوں میں کیوں عہدے دیے گئے؟
حقیقت یہ ہے کہ یہ سوالات کرنے والا ہی ذہنی مریض ہے، اور اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ پاکستان ہے اور یہاں قانون و انصاف حق و ناحق نہیں بلکہ مال دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے
ہم نے ان عدالتوں کو حکمرانوں کیلیئے رات دو بجے بھی لگتے دیکھا ہے اور ہم نے اسی عدالت سے دسیوں سال قید پانے والے بے گناہوں کو بھی دیکھا ہے، جنہیں اپنی بے گناہی ثابت کرنے میں داڑھیاں سفید کرنی پڑیں بھلا یہ حالت دیکھ کر بھی کوئی ریاستی مظالم اور اس کی رکھوالی کرنے والی قابض فوج کیخلاف میدان عمل میں نکلنے پر اعتراض کر سکتا ہے کلا و حاشا

# خواتین کا رجال سازی میں کردار



مولانا عصمت اللہ نظامانی

ایک مشہور اور زبان زد مقولہ ہے کہ : ''ہر کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہے۔'' دورِ حاضر میں چاہے اسے لطیفے اور مزاح کا رنگ دیا جاتا ہو یا کسی اور تناظر میں ذکر کیا جاتا ہو، مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک حد تک یہ مقولہ درست ہے، خصوصاً اُمتِ مسلمہ کے علماء اور اکابرینِ ملت کے حالات اور ان کی سوانحِ حیات کا مطالعہ کرنے سے مسلمان عفت مآب خواتین کے بارے میں یہ کہاوت پوری طرح صادق نظر آئے گی۔

بڑے بڑے فقہاء و محدثین اور دیگر مسلمان زعماء کی رجال سازی میں خواتین کا اہم کردار نظر آئے گا، عورت کہیں ماں کے روپ میں، کہیں بہن یا بیٹی کی صورت میں اور کہیں شریکِ حیات کی شکل میں مرد کی شخصیت سازی کرتی پائی جائے گی۔ ماضی کی جن قابلِ قدر ہستیوں پر مسلمان فخر کرتے ہیں، اور غیروں کے سامنے ان کے بلند پایہ کارنامے بیان کرتے ہیں، اگر ان کی تعلیم و تربیت، کردار سازی، حوصلہ افزائی اور شخصیت نکھارنے کے سلسلے میں عورت کی کاوش و کوشش شاملِ حال نہ ہوتی تو شاید اُن میں سے کئی حضرات تاریخ کا ایک گمشدہ باب ہوجاتے، اور ان کے ''نام لیوا'' تو کجا! نام لینے والے بھی نہ ہوتے۔ ذیل میں ہم مختصر طور پر خواتین کا رجال سازی میں کردار بیان کریں گے۔

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے شوہر کی وفات کے بعد اکیلے ہی اپنے بیٹے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی تربیت پر خصوصی دھیان دیا تھا، اور بڑی توجہ سے ان میں بہادری، شجاعت، تحمّل و بردباری اور دیگر اعلیٰ صفات پیدا کرنے لیے جدوجہد کی تھی، چنانچہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ان پر سختی بھی کرنا پڑتی، اور کبھی تادیباً مارنے کی نوبت بھی آجاتی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا چچا نوفل یہ دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹتا کہ ''إنك لتضربينه ضرب مبغضة'' یعنی تم بچے کو بالکل دشمنوں کی طرح مار رہی ہو، لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ان کو جواب دیتی کہ یہ سب اس کی تربیت کی وجہ سے ہے، اور اشعار کہتیں، ایک مصرعہ حسبِ ذیل ہے :

من قال: إنّي أبغضهُ فقد كذب

وإنّما أضربهُ لكي يلب (١)

ترجمہ : ''جس نے یہ کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہوں، اس نے جھوٹ کہا، میں تو اس کو صرف اس وجہ سے مارتی ہوں کہ وہ عقلمند ہو۔''

پھر آنے والے لوگوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بہترین تربیت اور شخصیت سازی کا نتیجہ دیکھا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نڈر مجاہد اور اسلام کے ایک سپاہی بن کے پوری زندگی دینِ حق کی سربلندی کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔

w- حضرت ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ فقیہ اور مشہور محدث ہیں، وہ ابھی شکمِ مادر میں تھے کہ ان کے والد کو جہاد کی غرض سے مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوکر خراسان جانا پڑا۔ روانگی سے قبل انہوں نے اپنی بیوی کو تیس ہزار دینار دیئے تھے، تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں، لیکن پھر ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ ستائیس سال بعد اپنے گھر واپس لوٹے۔ اس دوران حضرت ربیعۃ الرائےؒ کی والدہ نے تنہا ہی ان کی عمدہ تربیت کی، انہیں تعلیم دلائی، جس کے نتیجہ میں وہ اپنے زمانے کے بڑے محدث اور فقیہ بن گئے۔

حضرت ربیعہؒ اور ان کے والد کی پہلی ملاقات کا قصہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ جب ستائیس سال بعد فروخ گھر لوٹے تو اپنے

ہاتھ میں موجود نیزے کے ذریعے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت ربیعہؒ باہر نکل آئے، باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو کبھی دیکھا نہیں تھا، اس لیے حضرت ربیعہؒ نے جب انہیں اس حال میں دیکھا تو اندیشہ ہوا کہ کہیں حملہ آور نہ ہو، اس لیے کہا: ''یا عدو اللہ! أتہجم علی منزلی'' یعنی اے اللہ کے دشمن! میرے گھر پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟ فروخ کہنے لگا: ''یا عدو اللہ! أنت رجل دخلت علی حرمتی''۔۔۔۔ ''اے اللہ کے دشمن! تم میری عزت وحرمت پر داخل ہوئے ہو۔''

ان دونوں کے درمیان جھگڑا ہونے لگا، پڑوسی جمع ہو گئے، امام مالکؒ اور دیگر اہلِ علم حضرت ربیعۃ الرائےؒ کی مدد کرنے لگے۔ حضرت ربیعہؒ کا کہنا تھا کہ اس کو سلطان کے پاس لے کر جاؤں گا۔ فروخ کہنے لگے کہ: یہ میری بیوی کے ساتھ موجود تھا۔ جب امام مالکؒ نے اس کو سمجھایا کہ اس گھر کے علاوہ کہیں اور چلے جاؤ، تب انہوں نے کہا کہ یہ میرا گھر ہے، میں فروخ ہوں۔ یہ سن کر ان کی بیوی گھر سے نکل آئی اور کہنے لگی کہ: یہ تمہارا بیٹا ہے، جب تم گئے تھے تو میں حاملہ تھی، چنانچہ دونوں باپ بیٹے گلے مل کر رونے لگے۔

کچھ دیر کے بعد حضرت ربیعہؒ مسجد چلے گئے، تو فروخ نے اپنی بیوی سے بوقتِ رخصت دیئے گئے تیس ہزار دینار کے بارے میں پوچھا، اس نے جواب دیا کہ میں نے وہ ایک جگہ لگا دیئے ہیں، عنقریب آپ کو دوں گی۔ پھر فروخ سے کہا کہ مسجد جاکر نماز پڑھ لیں، چنانچہ انہوں نے نماز پڑھی اور پھر وہاں ایک حلقے کے قریب ٹھہر گئے، جہاں امام مالکؒ سمیت کئی اہلِ علم موجود تھے، اور ان کے درمیان ایک نوجوان بیٹھا تھا، چونکہ اس کا چہرہ نیچے کی طرف تھا، اور سر پر ٹوپی اور عمامہ تھا، اس لیے فروخ اس کو پہچان نہ سکے اور اپنے نزدیک بیٹھے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ابوعبدالرحمٰن فروخ کا بیٹا ربیعہ ہے۔ فروخ بہت خوش ہوئے اور گھر آکر بیوی سے کہنے لگے کہ میں نے تمہارے بیٹے کو ایسی عمدہ حالت میں دیکھا ہے کہ دوسرے کسی فقیہ یا عالم کو نہیں دیکھا، اس پر ان کی بیوی کہنے لگی:

''أيما أحب إليک ثلاثون ألفَ دينار، أو ہذا الذي ہو فيہ من الجاہ؟''

ترجمہ: ''آپ کو کیا زیادہ پسند ہے؟ تیس ہزار دینار یا بیٹے کی یہ عزت جو اس کو حاصل ہے؟''

''فروخ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! یہ حالت مجھے زیادہ پسند ہے، تو بیوی نے بتایا کہ وہ تمام دینار بیٹے کی تعلیم وتربیت پر خرچ کردیئے تھے۔'' (۲)

۲- مشہور ومعروف محدث، امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کون ناواقف ہوگا، دورانِ طالب علمی ان کے مالی حالات کمزور تھے، اس لیے انہیں کسبِ معاش کی فکر ہوئی، لیکن ان کی ماں نے انہیں فکرِ معاش سے آزاد کرکے پڑھائی اور طلبِ علم کے لیے فارغ کردیا، چنانچہ وہ سوت کات کر اسے فروخت کرتیں، اور اپنے بیٹے سفیان ثوری کی پرورش وکفالت کرتی تھیں، جیساکہ امام وکیعؒ فرماتے ہیں:

''قالت أم سفيان الثوري لسفيان: يا بني! اطلب العلم وأنا أكفيک من مغزلي۔'' (۳)

ترجمہ: ''حضرت سفیان ثوریؒ کی والدہ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! علم طلب کرو، میں تمہاری اپنے تکلہ (سوت کاتنے کا آلہ) کے ذریعے کفالت کروں گی۔''

بلکہ وہ وقتاً فوقتاً حضرت سفیان ثوریؒ کو تحصیلِ علم سے متعلق نصائح بھی کرتی رہتی تھیں، چنانچہ ایک مرتبہ نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''يا بني! إذا كتبت عشرة أحرف، فانظر هل ترى نفسک زيادة في مشيک وحلمک ووقارک، فإن لم يزدک فاعلم أنہ لايضرک ولا ينفعک۔'' (۴)

ترجمہ: ''اے میرے بیٹے! جب تم دس حروف سیکھ لو تو دیکھو کہ کیا تمہاری چال ڈھال، حلم وبردباری اور وقار میں اضافہ ہوا ہے؟ اگر کچھ زیادتی نہ ہوئی ہو تو جان لو کہ یہ علم نہ تمہیں نقصان پہنچائے گا اور نہ ہی نفع دے گا۔''

ماں کی ایسی عمدہ پرورش اور تربیت کی وجہ سے حضرت سفیان ثوریؒ امیر المؤمنین فی الحدیث اور اپنے عہد کے بے مثال محدث بنے۔

۳- حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ میں سے ایک ہیں، ان کو علمِ حدیث اور فقہ دونوں میں بلند مقام حاصل

تھا، جب انہوں نے اپنی والدہ کے پاس آکر طلبِ علم کے لیے جانے کی اجازت چاہی تو ان کی والدہ نے انہیں عمدہ کپڑے پہنائے، سر پر ٹوپی پہنا کر اس پر عمامہ باندھا، اور پوری طرح تیار کرکے طلبِ علم کے لیے بھیجا۔ (۵)

اور یہ تیاری ایک دن کے لیے نہیں تھی، بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ انہیں باقاعدگی سے تیار کرتی تھیں۔ اسی طرح طلبِ علم کے ساتھ ادب واخلاق کی تعلیم حاصل کرنے کی بھی انہیں ترغیب دیتی تھیں، چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"كانت أمي تعممني وتقول لي: اذهب إلى ربيعة، فتعلم من أدبه قبل علمه۔" (۶)

ترجمہ: "میری والدہ مجھ کو عمامہ باندھتی اور مجھ سے کہتی تھی کہ ربیعہ کے پاس جاکر اس کے علم سے پہلے اس کا ادب سیکھو۔"

۴۔علامہ ابن حجرؒ کی ہستی سے کون ناآشنا ہوگا۔ ان کی تالیفات، خصوصاً حدیث اور علومِ حدیث میں خدمات سے آج تک اہلِ علم مستفید ہو رہے ہیں۔ ان کی تربیت میں بھی ان کی بہن "ست الرکب" کا بڑا دخل تھا۔ حافظ ابن حجرؒ کے بچپن میں ہی ان کے والدین کا انتقال ہوگیا تھا، چنانچہ ان کی بہن نے پہلے خود تعلیم حاصل کی، اور مختلف علوم میں مہارت حاصل کی، اور پھر اپنے چھوٹے بھائی کی شخصیت سازی کی طرف متوجہ ہوئیں، حالانکہ خود بھی کم عمر تھیں، جیساکہ علامہ ابنِ حجرؒ ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"وكانت بي برّة، رفيقة، محسنة، جزاها الله تعالي عني خيراً، فلقد انتفعت بها وبآدابها مع صغر سنها۔"(۷)

ترجمہ: "وہ میرے ساتھ نیکی واحسان کرنے والی ساتھی تھیں، (اللہ تعالیٰ میری طرف سے اس کو بہترین بدلہ عطا فرمائے) اس کی کم عمری کے باوجود میں نے اس سے اور اس کے آداب واخلاق سے بہت استفادہ کیا۔"

اسی طرح علامہ ابنِ حجرؒ ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے، اور اس کو اپنی ماں کا درجہ دیتے تھے، جبکہ ان دونوں کی عمروں میں تقریباً تین سال کا ہی فرق تھا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"وكانت قارئة كاتبة أعجوبة في الذكاء، وبي أمي بعد أمي۔" (۸)

ترجمہ: "وہ قاریہ، کاتبہ اور ذہانت میں عجوبۂ روزگار تھی، اور میری حقیقی ماں کے بعد میری ماں تھی۔"

خلاصہ یہ ہے کہ تاریخ گواہ ہے کہ مشاہیرِ ملت اور اُمتِ مسلمہ کے اکابرین کے بلند مقام ومرتبے اور ان کی کامیابی وکامرانی کے پیچھے عفت مآب خواتین کا ہاتھ نظر آئے گا، پہلے خواتین اسلامی تعلیمات سے واقف اور اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوتی تھیں، ان کو معلوم تھا کہ وہ ایک فرد کی نہیں، بلکہ ایک معاشرے کی تربیت اور شخصیت سازی کر رہی ہیں، اور زمانے نے دیکھا کہ ان اکابرین میں سے ایک ایک فرد امت کا رہنما وپیشوا بنا، لہٰذا خواتین کے رجال سازی میں کردار کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا کہ: "ہر کامیاب مرد کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہے۔"

# اپنے ایمان و ہجرت کی آبیاری کریں

حفصہ بنت عبداللہ

ہجرت کرنے کے بہت سال بعد ایک دن یونہی تجدیدِ عہد وفا کی خاطر اپنے دل میں جھانکا تو اسے بے نور پایا۔ حب دنیا ،اسٹیٹس ،دنیاوی نمود و نمائش، دنیا میں آگے بڑھنے کی دوڑ کے پودوں کو تو ہجرت کرنے سے پہلے ہی اکھاڑ اکھاڑ کر پھینک دیا تھا۔ پھر اب کیوں تاریکی تھی؟



اسے اپنے دل کی زمین پر لقائے ربی، حبِ رسول ﷺ، مسلمانوں کے لئے شفقت و نرمی کے لہلہاتے سبز پودوں کی جگہ کالے کانٹے دار پودے دکھائی دیئے۔ کیوں ؟

کہیں ہم ہجرت میں رہ رہ کر اس کی اہمیت و فضیلت سن سن کر مطلب کہیں ہماری یہ عبادت صرف عادت بن کر تو نہیں رہ گئی یا ہجرت کی زندگی میں گزرتے روز و شب ہمیں بے معنی سے تو نہیں لگنے لگے۔ کیا ہمارے معمولات اسی اولین دنوں کی طرح ہیں جب ہم نئے نئے ہجرت میں آئے تھے ۔ کیا اب بھی وہی ایمان کی چاشنی محسوس ہوتی ہے؟ یا ہم ہجرت کے اندر مہاجرین کی معاشرت کے معاملات میں کہیں کچھ کسی کے لئے دلوں میں رنجش یا کڑھن تو نہیں رکھے ہوئے؟ کہیں ہمارے دل کے اندر شیطان نے برسوں قبل جو بیج ڈالے تھے وہ اب آگ بن کر آگے بڑھ رہے تھے۔ اس میں سے شک،بدگمانی،حسد و بغض،اور کینے و عجب کے پودے اگ آئے تھے جنہوں نے روح کی سیرابی نچوڑ ڈالی تھی اگرچہ نماز، تلاوت اور اذکار کی بارش تو ہوتی تھی لیکن عفو و درگزر ،رواداری ،ترکمالا یعنی،اخوت،نرمی کی کھاد نہ ملنے کے باعث عبث جاتی تھی ۔

ان کانٹے دار پودوں میں برسوں کی باتیں جمع ہو گئیں تھیں، اس نے تین سال پہلے جب میں اس سے ملنے گئی تھی، میرا اچھا استقبال نہیں کیا۔ وہ فلاں کے ساتھ بیٹھ کر میرے خلاف باتیں کر رہی تھی، فلاں موقع پر اس نے میرے خط کا جواب نہیں دیا، میرے بچے کے ساتھ اس نے فلاں موقع پر اچھا سلوک نہیں کیا، فلاں موقع پر اس کا رویہ، اس نے میرے لئے کیا کیا، اس نے میرا خیال نہیں رکھا، جب غور سے جھانکا تو بہت سے فلاں فلاں موقع پر جب جب فلاں فلاں نے کچھ کیا تھا ان یادوں کی نوکیل جڑیں دل میں جال بچھائیں بیٹھی تھیں ۔

اف!

وہ سرتاپا لرز کر رہ گئی اور اگر پل صراط پر حقوق العباد کے سلسلے میں پکڑ ہوگئی تو؟رشتہ داروں ،قرابت داروں اور مسلمانوں کے حقوق ادا نہ کرنا ظلم

ہے ۔

الظلم الظلمات یوم القیامۃ

روز قیامت ہر ظلم اندھیرا بن جائے گا

پھر کیا فائدہ اتنی تکالیف و قربانیاں دینے کا، ہجرت کی دربدری، دشمن کا خوف، مالی مشکلات، بچوں کے مسائل یا بیماری وغیرہ، اپنا وطن چھوڑنے کا، ہجرت و جہاد کی سختیاں جھیلنے کا، یہ تو نرا خسارہ ہے ۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔(سورۃ الحج ۱۱)

ترجمہ: اس نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا ؛یہی کھلا خسارہ ہے ۔

ہاں ایک راستہ ہے، ایک حل ہے بس تھوڑی توجہ کی ضرورت ہے کہ قرآن سے قلبی تعلق بنایا جائے اور جب غور کیا تو حقیقت میں قرآن نے روشنی دکھائی اور سورہ نور کی آیت نے نور بکھیرا۔۔۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (۲۰)

ترجمہ: اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی(تو اللہ بہتان لگانے والوں کو فوراً عذاب دیتا) اور یہ کہ اللہ بلاشبہ نہایت شفقت کرنے والا ،نہایت رحم کرنے والا ہے ۔

ہم پر اللہ کا خاص فضل ہے کہ جن خواتین کو ہجرت نصیب ہوئی یہ ایک اللہ کی خاص رحمت ہیں ان کے ساتھ ۔بشرطیکہ ناشکری نہ کی جائے ۔کوئی ایسی بات یا عمل سرزد نہ ہوجائے تاکہ ہم پر یہ اللہ کا فضل ہمیشہ رہے ۔

سورہ حشر کی آیت نے خوشبو پھیلائی:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (سورۃ الحشر: ۱۰)

ترجمہ: جو ان (مہاجرین و انصار ) کے بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی کینہ نہ رکھ ۔اے ہمارے رب! تو بہت نرمی والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے ۔

ہم ساری بہنوں کو چاہئے کہ وقتاً فوقتاً اپنی ایمانی حالت کی تجدید کرتے رہیں اور اپنی نیتوں کی جانچ خود کریں ۔ اگر کسی بہن کے دل میں کسی دوسری بہن کے لئے کوئی گلہ شکوہ ہے تو اسے معاف کر دیجئے کیا آپ نہیں چاہتی کہ قیامت کے دن اللہ آپ کو معاف کردے ۔جو دنیا میں لوگوں کو اس نیت سے معاف کرے گا کہ قیامت کے دن اللہ اس کو معاف کردے تو سبحان اللہ ۔۔۔اللہ تو انتہائی غیرت والا ہے

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (سورۃ النور: ۲۲)

ترجمہ: اور چاہیئے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور اللہ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

میری ہر دلعزیز بہنو!

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اتنا کافی نہیں کہ ہم ہجرت میں آگئے بس ہم بخش دئے جائیں گے اپنی نیتوں اور تذکیہ نفس کا اہتمام کریں ۔قرآن سے تعلق کو مضبوط بنائے ۔اللہ کو راضی کریں اور اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ آپ کے اللہ سے تعلق کی مضبوطی کے اثرات آپ کے مجاہد شوہر پر بھی اثر انداز ہوں گے ۔جس خاتون کا شوہر اس سے راضی ہو کر اس دنیا سے گیا وہ خاتون جنتی ہے یہ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے ۔ اپنے لئے خاص کر دعا مانگا کریں کہ اے میرے پیارے اللہ ہمیں ان ذہنی اذیتوں سے نکال دیں جو ہمیں پریشان رکھتی ہیں اور ہمارے حال پر رحم کریں جس بات کو لے کر آپ کی ذات سے دعا گو ہیں ،ہمارے لئے خیر کا معاملہ کیجئے جو آپ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا ۔

اللہ ہم سب مہاجرین بہنوں کے ایمان ،مال جان کی حفاظت فرمائے اور ہم سے راضی ہوجائے ۔ آمین



# عورت کی عجیب فطرت

ابو رفیدہ یوسفزئی

چوتھی بیٹی کی پیدائش پہ میری پھوپھو نے کسی سے پوچھا کہ ان کو بیٹی کی پیدائش پر مبارکباد دے دوں یا رہنے دوں؟ ایسا نہ ہو خفہ نہ ہوجائے، وجہ پوچھنے پر جواب ملا کہ آج کل لوگ بیٹی کو برا سمجھتے ہیں اور بیٹے کی پیدائش پر خوشی مناتے ہیں۔ میں نے کہا میرا تو اس طرف دھیان بھی نہیں گیا، میں ہمیشہ دو ہی نام دل میں رکھتا ہوں کہ اگر بیٹی ہیدا ہوئی تو یہ نام رکھوں گا اور بیٹا پیدا ہوا تو یہ نام رکھوں گا، یہ تو ہم کہانیاں سنتے تھے کہ فلاں جگہ میں ایک بندے نے بیوی کو دھمکی دی کہ بیٹی پیدا ہوئی تو جان سے ماردوں گا... کبھی ایک کہانی کبھی دوسری کہانی یا پھر ٹی وی ڈراموں میں ایسی من گھڑت کہانیاں بنا کے قصداً یہ تاثر پھیلایا جاتا تھا کہ عورت کے ساتھ ظلم ہوتا ہے۔

حقیقی زندگی میں کم سے کم میرے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں آیا جس کا ذکر کردوں کہ فلاں جگہ میں فلاں شخص بیٹی کی پیدائش پہ خفہ ہے۔ میں نے ذاتی طور پر تمام تر ساتھیوں کو تسلی دیتے ہوئے فضائل بیان کرتے ہوئے اور ظاہری فوائد بیان کرتے ہوئے پایا ہے۔

اپنا تو انہیں قسم کھا کے کہا کہ مجھے ذرہ برابر بھی یہ خیال نہیں آیا کہ کاش لڑکی کی جگہ لڑکا ہوتا، یہ تو صرف پھوپھو کی بات کی، اس طرح کئی عورتوں کی ہمدردی اور تسلی سے پتہ چلتا تھا کہ ان کو بیٹی کی پیدائش پر تکلیف ہوئی ہے، تب سے میں ہر جگہ کہتا تھا کہ عورت خود اعتراف کرتی ہے کہ وہ بے کار اور غیر ضروری مخلوق ہے۔ کیونکہ عورت کی پیدائش پر سب سے زیادہ دکھ عورت کو ہی ہوتا ہے، مردوں کے بارے تو ایک آدھ کہانی سنی تھی جبکہ عورتوں کو تو خود ہی دیکھ اور سن لیا۔

عورت کی فطرت بھی عجیب ہے، محبت بھی مانگتی ہے اور عزت بھی لیکن یہ نہیں سمجھتی کہ یہ دونوں چیزیں تو خود اسے دے کر بھیجا گیا ہے۔ کسی ایک ہی کا بن کے رہنا اسے ایک ذات کی پہچان کراتا ہے، جبکہ اللہ نے قدموں کے نیچے جنت رکھ کر عزت بھی اسے ہی بخشی ہے، ضرورت ہے تو صرف اپنا مقام پہچاننے کا

عورت ذات کی جو سب سے بڑی اور نقصان دہ خامی ہے، وہ ناشکری ہے ان کو جتنا بھی پیار محبت کی باتیں کروا اپنی محبت کا اظہار کروا ان کی آخری بات یہی ہوگی کہ ایسا ہے تو پھر یہ کیوں نہیں کیا وہ کیوں نہیں کیا؟ اسی ناشکری کی وجہ سے اکثر گھریلو مسائل آسمان سے باتیں کرنے لگتے ہیں جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے عورتوں کی قربانی سے انکار نہیں کیا جاتا پر مرد کے بارے میں بھی کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ مرد کے دکھ بڑے بے زبان ہوتے ہیں وہ نہ تو ماں کو گلے لگا کر رو سکتا ہے اور نہ بے ساختہ اپنے باپ کو گلے لگا سکتا ہے اندر سے کھوکھلا ہو رہا ہوگا مگر جب دوستوں میں جائے گا تو وہیں گھل مل جائے گا رات کی تنہائی میں اپنی کسی خواہش کا گلہ گھوٹ کر صبح وہی ہنستا مسکراتا دکھائی دے گا اور اگر روئے گا بھی تو اکیلے مرد کی دی ہوئی قربانی محدود نہیں ہوتی وہ تو قربان ہوتا ہی رہتا ہے، کبھی بیٹا بن کر تو کبھی بھائی بن کر، کبھی شوہر بن کر تو کبھی باپ بن کر مرد کو بھی تکلیف ہوتی ہے، اسے بھی دکھ ہوتا ہے اسے بھی رونا آتا ہے اسے بھی درد ہوتا ہے، وہ بھی انسان ہوتا ہے جب وہ شام کو کام سے تھکا ہوا آتا ہے تو کسی کو اس کی تھکن نظر نہیں

آتی، ان کی قربانی نظر نہیں آتی، بس سب اپنے اپنے مطالبات سامنے رکھتے ہیں کسی کو نہیں ہوتا کہ وہ کس طریقے سے سب کی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے باہر محنت اور مزدوری کرتا ہے ؟

عورت عجیب مخلوق اس لحاظ سے بھی ہے کہ لاکھوں روپے خرچ کرکے پری سی بہو لاکر اگلے دن دشمنی شروع کرتے ہیں اور پھر صرف بہو سے نہیں بلکہ اس کی وجہ سے بیٹا بھی مجرم بنتا ہے سادہ مزاج کہیں یا کم عقل کہ عورت سے داماد کے بارے میں پوچھو تو کہتی ہے وہ تو ماشاء اللہ لاکھوں میں ایک ہے بس جو بھی نئ اور مہنگی چیز دیکھتا ہے تو میری بیٹی کو دلا دیتا ہے اور میری بیٹی کا بہت خیال رکھتا ہے اور جب بیٹے کے بارے میں پوچھا جائے تو کہتی ہے شادی کے بعد بے غیرت ہوچکا ہے، رن مرید بن چکا ہے، جو بھی لاتا ہے بس بیوی پہ نچھاور کرتا ہے، میرا تو کوئی خیال نہیں اب اس کو، اس چڑیل سے فرصت ہی نہیں ملتی

مرد بے چارہ باہر کے مسائل اور محنت مزدوری سے تھکا ہوا گھر آتا ہے تو سونے تک وہ گھر کا قاضی بھی ہوتا ہے، ماں سے ملے تو بیوی کی شکایت سن کے طبیعت خراب ہوجاتی ہے، بیوی سے ملے تو ماں کی شکایت سے طبیعت اور بھی خراب ہوجاتی ہے، بہنوں کی الگ سے سننی پڑتی ہے، بچوں کی عدالت الگ سے لگ جاتی ہے ان سب حالات میں پھر بھی بیچارے کو ہنسنا پڑتا ہے، کیونکہ کمرے میں پریشان بیٹھو گے تو بیوی کہتی ہے ماں نے میرے خلاف کچھ کہا ہوگا باہر نکل کر نہیں ہنسے تو ماں کہتی ہے بیوی نے میرے خلاف کان بھرے ہیں پھر بیویاں دو تین ہوں تو ان کی آپس میں مزید عدالتیں لگانی پڑتی ہیں

عورت کی زندگی بھی ان غلط فہمیوں کی وجہ سے دکھی گزرتی ہے اور پھر اسی سادگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دیسی لبرلز اس حوالے سے کہانیاں بنا کر ان کو مظلوم ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہوتے ہیں کہ فلاں جگہ میں یہ ہوا فلاں جگہ میں وہ ہوا یہ تو آپ لوگوں کے ساتھ ظلم ہے آپ اپنی مرضی سے نہیں جی نہیں سکتے، آزاد نہیں ہو وغیرہ وغیرہ

مضمون لکھنے کا مقصد کسی پہ تنقید یا رد ہرگز نہیں بلکہ معاشرے کی ان خامیوں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو بظاہر تو بہت چھوٹے اور ہلکے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ گھر اجھاڑ دیتی ہیں اس لئے بدگمانیوں سے بچنے کی کوشش کریں اور اس فعل سے بھی بچیں جس سے بدگمانی پیدا ہوتی ہو۔

# سلسلہ شاہین جواں

## وہ نازک کلی جو کھلنے سے پہلے ہی حق پر فدا ہو گئی

## (01)

مولوی حمزہ حلیمی

### استشہادی مجاہد ذوالفقار رحمہ اللہ

استشہادی مجاہد ذوالفقار ایک ۱۸ سالہ انتہائی صابروشاکر نوجوان تھا، ہر وقت گلاب سے چہرے پر مسکراہٹ رکھتا، دردامت سے تڑپتے دل میں شوق شہادت نے جب جوش مارا تو فدایان اسلام میں اپنا نام لکھواکر مسئول فدایان تحریک طالبان پاکستان کے سجائے ہوئے گلستان کا پھول بنا وہ ایک دینی مدرسے کے طالب العلم تھا، مگر جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کی وجہ سے علوم دینیہ کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکا کیونکہ نوعمری ہی میں شوق شہادت انہیں محاذوں کی طرف لے آئی۔

حقیقت ہے کہ جہاد پاکستان ایک مشکل جہاد ہے افغانستان میں اگرچہ جدید ٹیکنالوجی اور ڈالرز کے زور پر امریکہ نے مقامی غلاموں پر مشتمل ایک بظاہر منظم اور مظبوط فوج تیار کرر کھی تھی، مگر کئی وجوہات کی بنا پر مجاہدین کے سامنے مٹی کا ڈھیر ثابت ہوئی، جبکہ پاکستانی فوج اور اس کیخلاف جنگ اس کے برعکس ہے جہاد پاکستان کی ان مشکلات کو اگر زیب قرطاس کرنے بیٹھا جائے تو شاید دفتر کے دفتر بھر جائیں مگر میرا موضوع سخن یہاں جنتی پھولوں کے احوال قلم بند کرنے ہیں۔

ذوالفقار شہید کو اللہ تعالیٰ نے بہترین صفات سے نوازا تھا، حسن اخلاق اور خدمت اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، عمر میں چھوٹا ہونے کے باوجود عقل اور خرد میں بڑوں بڑوں کو مات دے چکا تھا، عزم اور حوصلے میں قابل رشک تھا کم عمری کے باوجود رب تعالیٰ نے صفت بہادری اور شجاعت سے خوب نوازا تھا، حسن خلق سے انہیں وافر حصہ عطاء ہوا تھا، نرم دل اور میٹھی زبان رکھتا تھا، کھلتے چہرے پر ملکوتی مسکراہٹ لئے محفل میں توجہ کا مرکز بنا رہتا تھا

معسکر کے اساتذہ اس کی قابل رشک اطاعت اور خدمت سے انگشت بدنداں رہتے، ایک استاد کہتے ہیں کہ میں سوچ رہا تھا کہ اگر ذوالفقار شہید نہ ہو تو کھانا پکانے اور خدمت کی یہ بھاری زمہ داری کون لے گا؟ الغرض وہ مصائب اور لقاء ربی کے انتظار میں اس قدر پک کر کندن بن چکا تھا کہ بڑی بڑی پریشانیوں کو ہنس کر سہہ لیتا تھا، مرکز فدایان میں آئے ہوئے مجھے کچھ ہی دن ہوئے تھے، کہ وہ میرے ساتھ گھل مل گیا، اکثر وہ مسائل پوچھتا، سوال کرتا کہ خواب میں آقائے کریم ﷺ کی زیارت کیسے نصیب ہوگی؟



ہمارے ہاں ایک مسجد میں ایک طرف پردے لگادیئے گئے جہاں یہ عشاق اپنے رب سے رازونیاز کرنے کیلئے بیٹھتے تھے، دن میں ایک دو دفعہ میں معتکف میں جاکران کا حال واحوال لیتا تو ذوالفقار شہید کواکثر تلاوت قرآن میں مصروف پاتا، سر پر سفید عمامہ ہوتا جوان کی جوانی کو چار چاند لگادیتا

ذوالفقار شہید سے جب میں نے استشہادی مجاہدین میں شمولیت کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ دوران طالب العلمی مدرسے میں ایک دوست سے وضوخانے کے تالاب پر بات چل پڑی، دنیا کی بے ثباتی اور مظلوم امت کی روداد چند سیکنڈز میں ہی ہمیں گرم محاذوں کی سیر کا نشہ چڑھانے لگی ہمیں تحریک میں شمولیت کے علاوہ دشمنان دین وملت کے خون سے پیاس بجھانے کا کوئی اورراستہ سمجھ نہیں آرہا تھا قبل ازیں جہاد پاکستان کے حوالے سے جو اعتراضات میڈیا اورزرخرید درباریوں نے اہل پاکستان کے اذہان میں پیدا کردیئے تھے ان شبہات کے اثر سے ہم بھی محفوظ نہیں تھے، تحریک کے کام اورپالیسیوں پر مجھے کافی اعتراضات تھے جو میں نے اپنے ساتھی فدا شہید (جو کہ کراچی میں ایک مبارک استشہادی حملے میں شہید ہوئے) سے ذکر کردیے، فدا شہید نے مجھے تحریک کے نئے نظم کے بارے میں آگاہ کیا میں نے دل میں سوچا کہ خود عاقل بالغ ہوں، چل کر دیکھ لیتا ہوں، اگر کوئی خرابی ہوئی تو اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرسکتا ہوں

بلآخر میں نے رب لایزال سے دعا کی کہ الٰہی میری امیر محترم سے دست بدست بیعت کروادیجئے، اور مجھے حق جماعت میں شامل کر دیجئے۔

انہی دنوں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ہوں اور میرا ایک بھائی ہے ایک راستے پر جارہے ہیں وہاں صحابہ کرامؓ جنگ میں مصروف ہیں، ہم دونوں بھی اس طرف چلے جاتے ہیں وہ علاقے کو فتح کرلیتے ہیں میں نیچے زمین کی طرف دیکھتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو دیکھ لیتا ہوں جو کہ نیچے پڑی ہوتی ہے میں اس کو اٹھالیتا ہوں اور چوم لیتا ہوں، چومنے کے بعد مجھ سے میرا بھائی یہ تلوار لے لیتا ہے کہتا ہے کہ یہ تو بہت ہی خوبصورت تلوار ہے یہاں ہمارے ایک چچازاد بھی ہوتے ہیں، وہ مجھ سے تلوار لیکر ہرے درخت کو اس سے کاٹتا ہے، میں اس سے زبردستی وہ تلوار لے لیتا ہوں کہ یہ تو جنگوں کی تلوار ہے آپ اس سے درخت کاٹ رہے ہیں پھر ہم دونوں بھائی اس تلوار کو چوم لیتے ہیں۔

اس خواب کے بعد اطمینان حاصل ہوا، پھر میں نے اپنے ساتھی سے مل کر اس طرف سفر کرنے کا فیصلہ کیا، اس اثنا میں یہ خیال آیا کہ میں تو استشہاد کیلئے جارہا ہوں کیوں نہ اپنی والدہ کو ساری صورتحال بتاکر ان سے رخصت لے لوں تاکہ دل میں کوئی خلش باقی نہ رہے چنانچہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں استشہاد کیلئے جارہا ہوں پہلے پہل تو اجازت نہیں دی مگر سمجھانے کے بعد اجازت دینے پر آمادہ ہوگئی اور باقاعدہ والدہ سمیت تمام بہنیں اور دیگر اہلخانہ اجازت دینے پر امادہ ہوگئے، میں

اپنے گھر سے رخصت لیکر خوشی خوشی عازم سفر ہوا جمعرات کا دن تھا، میں فدا شہید کے پاس گیا وہ مدرسے میں ہی ٹھہرا ہوا تھا، وہیں سے ہم دونوں استشہاد کے گرم میدانوں کی جانب عازم سفر ہوئے یہاں آکر تربیت کی تربیت کے بعد تقریبا ۳ دفعہ اللہ تعالیٰ نے فدائی حملہ کرنے کا موقع فراہم کیا مگر تقدیر کا لکھا کچھ اور تھا

بالآخر وہ لمحہ بھی آپہنچا جس میں ذوالفقار شہید کا قرعہ بھی نکل آیا، اساتذہ کی مجلس میں میں نے ذوالفقار شہید کا تذکرہ جب سنا، تو سوچا کہ ذوالفقار شہید سے حال احوال پوچھونگا کہ آپ کو یہاں کتنا عرصہ ہوچکا ہے تاکہ عملیات کیلئے سفارش کی جائے، ایک روز میں کسی کام سے بازار جارہا تھا تو چیک پوسٹ پر ذوالفقار شہید کو پہرہ دیتے ہوئے پایا تو پوچھا کہ بھائی آپ کو یہاں کتنا عرصہ ہوچکا ہے؟ کہا کہ تقریبا ۳ سال سے انتظار کررہا ہوں مگر ابھی تک میرا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا ہے، پھر میری منت سماجت کرنے لگا کہ امیر صاحب سے میری سفارش ضرور کیجئے گا تاکہ آنے والے عملیات میں مجھے موقع مل جائے، میں سفارش کا وعدہ کرکے اپنی منزل کی طرف چلا، راستے میں سوچنے لگا کہ اتنی

سی عمر میں کہ بندہ گناہوں کی طرف بھی مائل نہیں ہے، کھیل کھود کی اس عمر میں عشق الٰہی میں اس قدر ڈوبنا اور اپنی پیاری جان کو اللہ تعالیٰ کے مبارک راستے میں قربانی کیلئے پیش کرنا اور اپنے تمام تر آرزؤں کو صرف ایک ہی لیلیٰ شہادت کے تابع کرنا کسی عشق الٰہی میں ڈوبے دل کی تمنا ہی ہو سکتی ہے جو اپنے معشوق سے جان کا نذرانہ ہی مانگتا ہے اور بدلے میں ابدی جنتوں کی بشارت اور اپنے رضوان کی روح افزاء نغمے سناتا ہے۔

ذوالفقار شہید اس سے پہلے بھی دو دفعہ عملیات میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا چکے تھے مگر قسمت نے یاری نہیں کی ایک دفعہ ٹانک ایف سی قلعے پر استشہادی عملیات کیلئے گئے ۳ ساتھیوں کے عملیات کامیاب ہوئے جبکہ ذوالفقار اپنے ایک ساتھی سمیت واپس آ گئے، اسی طرح ایک دفعہ مسلم باغ گئے جہاں کسی مسئلے کی وجہ سے واپس آ گئے، شاید رب تعالیٰ نے ذوالفقار شہید کیلئے پنجاب کی سرزمین پر تمغۂ شہادت لکھ رکھا تھا جب میں انہیں رخصت کر رہا تھا تو گلے لگ کر رو پڑے اور کہا کہ مولوی صاحب! اللہ کے واسطے میرے لئے دعا کریں، میں شہادت کیلئے بے تاب ہوں اس جام کو نوش جان کرنے کیلئے انتہائی بیتاب ہوں میری خواہش ہیکہ میں اپنے رب کے پاس اپنے خون میں رنگین ہو کر پہنچوں، اور دشمنان دین وملت کے خون سے اپنی پیاس بجھا کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں سرخ رو ہو کر پہنچ جاؤں چمن مصطفی ﷺ کے ان پھولوں کو رخصت کرتے ہوئے میری حالت ایسی تھی کہ اپنے آنسوؤں اور سسکیوں کو روک نہ سکا بے اختیار ہو کر ایک طرف دیوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا، جبکہ ذوالفقار شہید دلاسہ دیتے ہوئے کہنے لگا، مولوی صاحب! اگر اپنی بہنوں کے دوپٹوں کا انتقام ان ظالموں سے ہم نہیں لینگے تو پھر کون لیگا؟

اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے ہم قربانی نہیں دینگے تو پھر کون دے گا؟

میں نے اپنے آنسوں کو ضبط کرتے ہوئے کہا: بھائی ذوالفقار میں نے آپ کی سفارش امیر صاحب سے کی ہے اب آپ کی باری ہے اللہ تعالیٰ کے دربار عالی میں میری بھی سفارش کرنا، وہ سفارش کا وعدہ کر کے ابدی سفر پر جانے کیلئے چل پڑا۔

# ہم بھی ایسی بنیں

نسیبہ ام حفص

ہر انسان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ معاشرے میں ایسا بن کر رہے کہ ہر دلعزیزی اس کے مقدر میں ہو۔ ہر کوئی اس سے محبت کرے ، عزت کرے ، احترام کرے اور سر آنکھوں پر بٹھائے ۔ یہ خواہش مرد و زن دونوں میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ خواتین میں زیادہ پائی جاتی ہے تو بے جا اور مبالغہ نہ ہوگا۔ موجودہ میڈیا خاص طور پر اخبارات و رسائل اور الیکٹرانک اسکرین پر جب نوجوان نسل مختلف مغرب زدہ ، حیاء باختہ ، بے دین و بے پردہ خواتین کو دیکھتی ہے تو شیطان اس موقع پر اس کو گمراہ کرتا ہے ۔ وہ ان فلم اسٹار، فنکار، موسیقار اور ثقافت و کھیل جیسے شعبوں سے تعلق رکھنے والی ان چڑیلوں کو ان کی نظر میں خوبصورت و پر فریب اور دیدہ زیب بنا کر پیش کرتا ہے ۔ ایسے مواقع پر لڑکیوں کے دل میں نادانی اور دین کے علم سے لاعلمی کی بناء پر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کاش ! ہم بھی ایسی ہوں ۔ ان کو کون یہ بتائے کہ ایسا بننے میں عزت نہیں ذلت و بدنامی ہے اور پریشانی ہے ۔ ان کو کیسا بننا چاہیئے اس کے لئے ہم پیارے نبی کریم ﷺ کے خاندان کی خواتین کے اسوہ سے بہت کچھ رہنمائی لے سکتے ہیں ۔ ہمارے لئے نمونہ اسلام کے اندر موجود ہے بعض لڑکیوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حادثاتی طور پر سامنے آنے والے یا ٹی وی اور اخبار میں متعارف ہونے والے لوگوں کو اپنا آئیڈیل بنایا ہوتا ہے اور وہ ان جیسا بننے کے جنوں میں ان جیسی شکل و شباہت ، وضع قطع ، بولنے چالنے کا رنگ ڈھنگ اپنا لیتی ہیں ، اور سمجھتی ہیں کہ ہم نے اپنی منزل کو پا لیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی لڑکیاں سراب میں بھٹک رہی ہیں اور بھٹکے ہوئے لوگوں کا انجام ساری دنیا جانتی ہے تو پھر کیا کیا جائے ؟ یہی بات بتانے کے لئے ہم کچھ زندگی کے نمونے پیارے نبی کریم ﷺ کے اہل خاندان اور اس دور کی اعلی صفات ہستیوں کی سیرتوں سے حاصل کریں گے تاکہ ہم اپنی بہوؤں ، بیٹیوں اور ماؤں بہنوں خاص کر ہجرت و جہاد میں رہنے والی خواتین کو وہ رہنمائی مل سکے جس سے ان کی آخرت و دنیا اور خصوصا ان کے ہاتھوں میں پرورش پانے والی مجاہدین کی اولادوں کی تربیت میں ان کو رہنمائی مل سکیں ۔

## قبول اسلام کے نمونے

### سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا :

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی بیوی تھی ۔ وہ آپ ﷺ سے پندرہ سال عمر میں بڑی تھیں ۔ آپ ﷺ سے شادی سے پہلے ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں ۔ مکے کی بہت مال دار خاتون تھیں۔ نبوت ملنے کے وقت آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس وقت پچپن سال کی تھیں ۔ پچپن سال کی عمر وہ ہوتی ہے کہ جب انسان مصلحتوں پر زیادہ غور کرنے لگتا ہے ۔ ایسا کرنے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ فلاں نیک کام میں دھن دولت خرچ ہو جائے تو بڑھاپے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا اپنے بھی بال بچے ہیں ان کی ضرورتوں کے لئے بھی تو کچھ بچا لیا جائے ۔ سچ پوچھئے تو اس عمر میں انسان اپنے لئے کم اور بال بچوں کے لئے زیادہ سوچتا ہے ۔ سیدہ خدیجہ رضہ اللہ بھی اس طرح سوچ سکتی تھیں لیکن جیسے ہی اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کا دین ان کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے آپ کی تصدیق کی اور فوراً کہا کہ جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا سچ فرمایا۔۔۔ آپ کی انسانیت و شرافت کو میں دیکھ چکی ہوں

آپ کو نبی ہونا ہی چاہیئے اور واقعی اللہ ایک ہے ۔ اسی کی عبادت کرنی چاہیئے ۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جان کا خطرہ ہے ۔ بولیں ہرگز نہیں !اللہ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا ۔ حضرت خدیجہ نے اس اندیشے جو دل میں نہ آنے دیا کہ تجارت ٹھپ ہو جائے گی یا بال بچے بھوکے مر جائیں گے ۔

ایک نومسلم انگریز نے حضرت خدیجہ کے مسلمان ہونے کو نبی کے نبی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت کہا ۔ ۔ بڑے پتے کی بات کہتا ہے کہ بیوی سے زیادہ شوہر کی کمزوریاں جاننے والا دوسرا اور کوئی نہیں ہو سکتا حضرت خدیجہ نے آپ ﷺ کو نبی تسلیم کر لیا اس کے معنی ہیں کہ وہ پہلے ہی سے آپ کو انسانیت کا مکمل نمونہ تسلیم کر چکیں تھی ۔ خواتین یہ پڑھ کر یقیناً خوش ہوں گی کہ اسلام قبول کرنے کے لئے جو پہلی ہستی آگے بڑھی وہ ایک عورت تھی ۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں دوشنبہ (پیر کے دن ) نبی ہوا۔ حضرت خدیجہ نے اسی دن کے آخری حصے میں نماز پڑھ لی۔ حضرت علی نے دوسرے دن اور اس کے بعد زید بن حارثہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما نے ۔

## سیدہ سمیہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا

یہ دونوں خواتین بھی بوڑھی تھیں ۔ عمر جتنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی انسدان کے اندر عقیدے کی سختی آتی جاتی ہے ۔ آخری عمر میں عقیدے کا بدلنا لوگ کہتے ہیں ناممکن ہوتا ہے ناممکن نہین تو مشکل بلکہ بے حد مشکل ہو جاتا ہے ۔ معاشرے اور معاشرے کے رسم و رواج کا لحاظ بڑھ جاتا ہے ۔ رشتے ناطے پاؤں پکڑتے ہیں ، شرم دامن تھامتی ہے اگر کوئی بڑا آدمی ہوا تو خیر دیر میں لوگ لعن طعن کرتے ہیں لیکن اگر کوئی غریب ہوا تو پھر سر منڈھاتے ہی اولے پڑنے لگتے ہیں ۔

ام ایمن تو خیر نبی ﷺ کی کھلائی تھیں لیکن سمیہ رضی اللہ عنہا تو لونڈی تھیں اور کس کی ؟ مکے کے رئیس اعظم کے گھرانے کی کہ جس گھرانے کے لوگ وہ تھے جو نبی کریم ﷺ کے بدترین دشمن ہو گئے تھے جیسے ابو جہل ۔

اس وقت لونڈیوں اور غلاموں کی حیثیت جانوروں کی تھیں ۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح خریدے اور بیچے جاتے تھے ان کی مرضی کچھ نہیں تھی ، ان کی اپنی کوئی خواہش نہیں ، ان کا کام بس یہ تھا کہ جانوروں کی طرح بس مالک کی مرضی پر چلیں شام کو مالک جو روکھی سوکھی کھلا دے وہی نعمت ۔

سمیہ رضی اللہ عنہا کی یہ زندگی تھی توحید کی آواز کانوں میں پڑی جیسے وہ یہ آواز سننے کو تیار تھیں ، یہ بھی نہ سوچا یہ بھی نہ سوچا کہ ابو جہل وغیرہ کیا درگت بنائیں گے ، شوہر اور بیٹے کو ساتھ لیا اور اسلام کے قدموں میں جا گریں ۔ ایک بات سمجھنے کو کوشش کیجئے کہ اسلام کی نظر میں اس شخص کا ایمان قابل قبول نہیں ہے کہ جو اسلام کی سچائی کو دل میں لئے بیٹھا رہے ۔ بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان کھلم کھلا یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں ۔ رسول اللہ ﷺ کے بزرگ چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر عرض کیا کہ میں تو پہلے سے مسلمان ہوں اعلان اب کر رہا ہوں تو آپ ﷺ نے اس کو قبول نہیں کیا جو اعلان سے پہلے دل میں تھا ۔ سمیہ رضی اللہ عنہا اس میں بھی پوری اتری اسلام قبول کرنے کے بعد کھل کر اعلان کر دیا کہ میں مسلمان ہوں اور میرے ساتھ میرا شوہر یاسر اور بیٹا عمار بھی مسلمان ہے ۔ یہاں مسلمان خواتین کے خوش ہونے اور فخر کرنے کا پھر موقع ہے ۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ سب سے پہلے جن سات بزرگوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا ان میں ایک غریب صحابیہ ، عمار کی والدہ ماجدہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا بھی تھی ۔

جی تو یہ چاہتا ہے کہ مختصر ہی سہی لیکن ان پاکیزہ خواتین کا نام لے لے کر ان کے قبول حق کا حال بیان کر دیا جائے ، لیکن ان کی فہرست اتنی لمبی ہے کہ اس مختصر مضمون میں سمیٹا نہیں جا سکتا بس یہ سمجھ لیجئے کہ نو عمر ، جوان ، ادھیڑ اور بوڑھی صحابیات کی ایک بڑی تعداد ہیں جس نے صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ اسلام قبول کیا ۔ ان میں لونڈیاں ، باندیاں ، غریب اور رئیس زادیاں ہر طبقے کی پاکیزہ خواتین نظر آتی ہیں مسلمان ہوتے وقت ان سب کو خطرہ ہو سکتا تھا کہ باپ ناراض ہو جائے گا ، ماں ناراض ہو جائے گی ، بھائی دشمن ہو جائے گا یا شوہر طلاق دے دے گا اور وہ اس عیش و آرام سے محروم ہو جائیں گی جو ان کو حاصل تھا ۔ لیکن انھوں نے باپ کے سامنے بھائی کے روبرو اور شوہر کے آگے ، مالک کے حضور اسلام کا اعلان کر دیا ۔ ان میں سمیہ کی طرح زنیرہ اور لبینہ جیسی باندیاں اور لونڈیاں تھیں ۔ اسماء ، حفصہ ، ام سلمہ ، اور ام حبیبہ رضہ اللہ عنہما جیسی رئیس زادیاں تھیں ۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر کیا بیتی اور ان کمزور جانوں نے کس طرح اس وقت کے ابو جہلوں سے مقابلہ کیا یہ عبرت ناک داستاں آئندہ لکھی جائے گی ۔ ان شاءاللہ ۔

# اس زندگی سے میری معذرت ہے

ایک نوجوان
"ذاکراللہ" کے
دل کی بات

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور والدین کی دعاؤں اور بہن بھائیوں کی تائید سے جس ترتیب پہ میں نے جو ایمان و عمل والی ٹوٹی پھوٹی زندگی گزاری ہے اور جو مقاصد (جہاد) میں نے سوچے ہوئے ہیں شاید وہ کسی کو سمجھ نہ آئیں اور کسی کا ذہن اس کو قبول نہ کرے اس لیے کہ جس کی زندگی جس ماحول اور ترتیب پہ گزری ہوتی ہے اس کو صرف وہی کام سمجھ آتے ہیں جس پہ اس نے اپنی مالی، جانی، وقتی، قلبی اور ذہنی صلاحیتیں لگائی ہوتی ہیں ۔ جس ماحول میں کسی نے زندگی گزاری ہوتی ہے، اس کی صحبت کن لوگوں کے ساتھ رہی، وہ لوگ کیا باتیں کرتے تھے، کیا سوچا کرتے تھے، کہاں کہاں ان کا آنا جانا ہوتا تھا، ان کی زندگی کی ترجیحات کیا تھیں، اُس بندے کا اپنا مزاج کیسا تھا، وہ اکثر وقت کن امور میں خرچ کیا کرتا تھا، الغرض بہت سارے ایسے امور ہیں جو بندے کے مقصدِ حیات کو متعین کرتے ہیں اور پھر وہ اپنی زندگی کو اپنے مطلوبہ ہدف کے مطابق استوار کرتا ہے اور اس ہدف تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے ۔

بندے کا ہدف جتنا اعلیٰ وارفع ہوگا اس کی زندگی کے معمولات بھی اسی قدر اعلیٰ وارفع ہوں گے اور وہ اپنی زندگی کو بے مقصد کاموں میں ضائع نہیں کرے گا اور اپنی زندگی کو دوسرے لوگوں کی بنسبت غیر معمولی گزارنے کی کوشش کرے گا اگر کوئی شخص اپنے مقصد کو تو بہت اعلیٰ بیان کرتا ہے لیکن زندگی اس کے مطابق نہیں گزارتا تو وہ خود کو دھوکہ دے رہا ہے

لہذا جس ترتیب پہ بچپن سے اللہ تعالیٰ نے میری (جہادی علمی تبلیغی روحانی) رہنمائی کی اور بچپن سے مجھے ایک الگ قسم کی زندگی گزارنے میں لگایا اور جو اللہ نے بند کو کچھ نہ کچھ علم و عمل کی توفیق عطاء فرمائی اور بندہ کو گھر سے دور، بہت دور دور کے سفر کروائے، مشکلات دکھلائے، بھوک و پیاس کے شدید مراحل طے کروائے، معاشروں کا (قریب سے) مشاہدہ کروایا، تلخ مزاجوں کو برداشت کروایا، سالہا سال گھر سے باہر زندگی گزروائی، اس دوران لوگوں کے نیک یا طرے مقاصد سے آگاہی دلائی، حالات و واقعات کا قریب سے مشاہدہ کروایا، ان سب حالات میں مجھ سے اپنے مقصد کی چھانٹ کروائی اور ایک عظیم مقصد (جہاد) کی جانب ہنکایا اور جیسے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر رہنمائی کی اور اس مقصد سے جینا مرنا طے کروایا یہ سب فقط اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے، اس میں بندے کا کسی طور سے بھی ہرگز کوئی عمل دخل نہیں ہے یہ سب کچھ اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ احسانات کرکے بھی اگر میں اپنی زندگی کو صرف اس وجہ سے ضائع کردوں کہ معاشرہ مجھے قبول نہیں کرے گا، میرا خاندان میرا مخالف ہوجائے گا، گھر کے حالات اور افراد میرا ساتھ نہیں دیں گے اور ہر طرح سے رکاوٹیں کھڑی کریں گے، معاشی و معاشرتی بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑے گا، زندگی (ظاہر میں) تاریک ہوجائے گی، مستقبل (ظاہر میں) نقصان میں، تکالیف میں گھرا ہوا معلوم ہوگا، کوئی قریب نہیں کرے گا، ٹھکانہ نہیں رہے گا، صرف انہی چند چھوٹی موٹی مشکلات کی وجہ سے اپنا مقصدِ حیات بدل لوں اور اپنا مقصد



وہ طے کروں جو معاشرے کی خواہش ہے، جو میرے گھر والوں کی خواہش ہے، جس کی وجہ سے گھر والوں کے چہرے کھلے کھلے محسوس ہوں اور سب جس سے راضی ہوں تو...

غور سے سنئیے!!!

**میری معذرت ہے...**

میں ہرگز ایسا نہیں کرسکتا، میں ہرگز اپنا مقصد نہیں بدل سکتا، چاہے تو کوئی سورج کو اتار کر میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دے اور چاند کو اتار کر میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دے میں ہرگز اپنے مقصد سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا چاہے تو میں اس وجہ سے قتل کردیا جاؤں یا جلادیا جاؤں یا سولی چڑھا دیا جاؤں میری معذرت ہے کہ میں لوگوں کی خواہشِ نفس کو سامنے رکھ کر جنت کی ابدی نعمتوں کے راستے کو چھوڑ کر گمراہیوں میں بھٹکتا رہوں اور پھر موت کے وقت میں صرف حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہوجاؤں اور یہی لوگ جھوٹ کے پھول میری عیادت کے لیے لاتے رہیں اور مجھے موت سے نہ بچاسکیں حالانکہ یہی وہ لوگ ہوں گے جو کہا کرتے تھے کہ خدارا اپنے مقصد کو ٹھیک کرلو، اس راستے کو چھوڑ دو ورنہ مار دئیے جاؤ گے فنا ہوجاؤ گے

آج (موت کے دن) بھی موت مجھے فنا ہی کردے گی، آج بھی میں مار دیا جاؤں گا لیکن یہ لوگ آج بھی مجھے نہیں بچاسکیں گے؟ بس موت کے مقام کا ہی فرق ہوگا، ایک شیروں کی طرح موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر موت کو خوفزدہ کرکے گزرتی زندگی کے بعد میدانوں میں دشمنانِ دین و شریعت کے ہاتھوں حوروں کی گود میں آنے والی موت تھی، اور ایک ذلت و رسوائی، مسلمانوں کے حالات دیکھ کر، روز روز شریعت کی پامالی دیکھ کر وقتی جذبات، جھوٹے جلسے جلوسوں اور نعروں میں گزرتی زندگی، مسلمانوں کے حالات پہ بے بسی کے چند جملے اپنے کسی نجی محفل میں سنا کر، کف افسوس ملتے، مسلمانوں کی سنہری تاریخ کو یاد کرتے بے بسی کی تصویر بنی زندگی گزار کر، روڈ ایکسیڈنٹ، ہارٹ اٹیک، کینسر، اندھی گولی کا شکار ہوکر ہسپتال کے ایک بیڈ کی زینت بن کر، نامحرم ڈاکٹروں اور نرسوں کے ہاتھ کا کھلونا بن کر گھبراہٹ اور خوف میں موت کا شکار ہوجاؤں، ایسی نہ تو زندگی مجھے منظور ہے اور نہ ہی موت

# کوئی ہے ؟!

ام حمزہ

عالَمِ اسلام کے موجودہ حالات پر طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو ہر پہلو سے مسلمان پستی کی دلدل میں دھنستا دکھائی دیتا ہے ۔ ایک عجیب سی کیفیت ہے، امتِ مسلمہ مقہورہ پر گزرنے والی خون آشام راتیں، کشمیر، فلسطین، برما، شام، ایغور اور ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں پر رقم ہوتی ظلم و بربریت کی اَلم ناک داستانیں، اپنوں کی کج ادائیاں اور مصلحت پسندیاں، بزدلی، بے حمیتی، بے غیرتی، بے ضمیری اور بے حسی سے پروان چڑھتی غافل جوانیاں، الحاد و زندقت اور بے دینی کا لامتناہی امنڈتا طوفان، اسباب بے حیائی کا دن بدن بڑھتا سیلاب...!

آہ!

کس کس غم کو اُجاگر کیا جائے؟

کس کس دکھ پر رویا جائے؟

زبان گنگ ہے، دل غم سے لبریز ہے، سماعتیں مفلوج ہیں اور آنسو خشک، بتانے کا یارا ہے، نہ قلم ساتھ دینے کا حامی

یہ غم ہے ایسی امت کا...

جو امت چار سو بھیڑوں بکریوں کی مِثل گرم ریتوں میں رُلتی ہے، زنجیروں میں گھِسٹتی ہے، میں ایسی امت پہ نوحہ کناں ہوں کہ جس کے مجد کے قصے، عزم کے پیکر، غفلت سے اَٹی ان گھاٹیوں میں کہیں سو چکے ہیں

آخر کیا وجہ ہے کہ امتِ مظلومہ مقہورہ کے دل گزیدہ حالات سوائے آنسوؤں کا دریا بہانے کے کسی اور عملی کام کی طرف برانگیختہ نہیں کرتے؟

کیسے ہم اپنے آپ کو پاسبانِ حرم باور کراتے ہیں؟

کس منہ سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسجدِ اقصیٰ ہمارے ہاتھوں سے آزاد ہوگی؟

کب ہم مظلوم بہن بھائیوں کی فریادوں پر لبیک کہیں گے؟

مجاہدینِ عظام کے مبارک لہو کا انتقام ان صلیبی صیہونی اور وطن پرست طاغوتوں سے کیسے لیں گے؟

عافیہ اور دشمن کی قید میں موجود اس جیسے ہزاروں آبگینوں کی عصمتوں کی حفاظت کے امین کب بنیں گے؟

کب امت کے دُکھتے اور رِستے زخموں پر مرہم رکھی جائے گی؟

حق گو، شجاع اور اولو العزم علماء کی شہادتوں کا انتقام کون لے گا؟

سالہا سال سے زنجیروں میں جکڑے صدق و صفا کے پیکر، ان بے لہو اَجسامِ قدسیہ کی رہائی کا ضامن کون بنے گا؟

کب تک طاغوت کی حکمرانی ملکی نظام کی اٹل حقیقت رہے گی؟

کب تک جبر و جفا کے خوگر، اس کارواں کے غاصب راہبر اور اس قافلے کے ظالم سَرور ہمارے سروں پر مسلط رہیں گے؟

ان بے دین، جاہل اور علم و عمل سے عاری اصحابِ اقتدار کی غلامی اور جہالت کو ہم کب تک بھگتتے رہیں گے؟

محض چہروں کے بدلنے کے ہیر پھیر کے پیچھے کب تک بے وقوف بنتے رہیں گے؟

آج غزہ کی ماؤں کی روح فرسا چیخوں، مظلوموں کی سسکتی آہوں، سسکتے، بلکتے، خوف سے کانپتے معصوم پھولوں، آہ وزاری کرتے نازک نگینوں، کھنڈر مکانات اور ملبوں تلے دَبے بے جان لاشو اور رزمِ قتال کی راہوں کی طالب نگاہوں کے جواب میں من حیث الامۃ

ہمارے پاس دینے کو ہے ہی کیا؟!!!

قحط ستاون اسلامی ممالک کی مجرمانہ خاموشی، لمحاتی جذباتیت کے تحت بہائے گئے چند آنسو، بے ضمیر دن اور غافل راتیں، لاکھوں ڈالرز سے لبریز عربی تجوریاں، دن رات بے غیرتی کا جام پینے والے اَسّی لاکھ نام نہاد «اسلامی رکھوالے» ، صرف نام کی ایٹمی قوت کی حامل مملکت ، ڈالروں کی خاطر بکنے والی اور «ڈومور» جیسی شیطانی چنگھاڑ پر لبیک کہنے والی «خلائی مخلوق» ، کیریئر اور فکرِ معاش کی دُھن میں مگن پیسہ کمانے والی مشینی جوانیاں ، گھروں کی آرائش وزیبائش اور بے جا گھر داری کے کاموں میں غرق، نونہالانِ اسلام کی تربیت سے عاری ، محض انہیں پالنے والی غافل «اولین درس گاہیں» ، خوب صورتی کے بسبب چند میٹھے بول وصولنے کی دِلدادہ ، عقل وپندار سے ماورا نازک نگاہیں ، دن رات گھروں میں چیخ وپکار کرنے والے اور کم زوروں پر اپنی مردانگی کے جوہر دکھانے والے نام نہاد «قوّام» ، «میرا گھر محفوظ» کہتے بے حسی میں لپٹے پُر تعیش آسائشی فقرے ، فقط «دل سے برا سمجھنے والے» مصلحت پسند قلوب ، صبح شام امن وسلامتی کا راگ الاپنے والی مذہبی سیاسی جماعتیں اور مداہنت پسند بوٹ پالش ادارے ، لادینیت کی پَروردہ درس گاہوں میں پلنے والے ، شکوک وشہوات کے اتھاہ سمندر میں مستغرق ، بے حسی سے آلودہ دل لیے فتنوں کا شکار امت کے جان لیوا سپوت!

بس یہی کچھ تو تھا ہمارے پاس ، اے غزہ والو!

ملتِ اسلامیہ کی زخمی عروس
رخسار پر لہو رنگ غازہ
آنکھوں میں حزن کی سیاہی
زلفوں میں سیاہ شبی کا ماتم
ہونٹوں سے رِستا شہیدوں کا لہو
ماتھے سے لٹکا ہزیمت کا جھومر
اپنی بے بسی پہ نوحہ کناں ہے
صیہونیت کی خون آشام چڑیل
اپنے کریہہ پنجوں سے اس کی بچی کھچی
قبا کو تار تار کرتی ہے
کوئی ہے؟ کوئی ہے؟
کوئی ہے!!!
جو مجھے مٹنے سے بچائے!
میرے سینے میں سسکتے نوحے اس سے پہلے کہ
دَم گھٹ کر رہ جائیں
کوئی ہے؟!
بھیگی رات جیسے کہہ رہی تھی
کوئی ہے!!!



# پردہ وحجاب...
# امن وسلامتی کی ضمانت!

مولانا محمد اعجاز مصطفی

الحمد للہ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

جب سے دنیائے انسانیت اپنے خالق ومالک اور اپنے مربی و محافظ کے احکامات و تعلیمات سے منہ موڑ کر دور ہوئی ہے، تب سے وہ گویا ایک گرداب اور بھنور میں جکڑا اور پھنس چکی ہے۔ دائیں بائیں ہچکولے کھارہی ہے، اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں ماررہی ہے، لیکن اسے اس مشکل اور مصیبت سے نکلنے کی کوئی راہ اور کنارہ نظر نہیں آرہا۔ اب تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا ہر ملک کے باشندے سربراہِ مملکت ہوں یا عام رعایا، مسلم ہوں یا غیر مسلم، سب ایک انجانی سی جھنجھلاہٹ اور ایک ہیجانی سی کیفیت میں مبتلا نظر آتے ہیں، انھیں سمجھ نہیں آرہا کہ زندگی گزاریں تو کیسے گزاریں؟ اور معاشرہ کو امن وسلامتی کے ساتھ آگے لے جائیں تو کس طرح لے جائیں؟

مسلم حکمران اسلامی تعلیمات سے غیر اعلانیہ اغماض برت کر فکرِ کفار اور مغربی تہذیب کو اپنے لیے کامیابی کا زینہ سمجھتے ہیں، اس لیے ہر دن ان کی پالیسیاں مغربی افکار اور ان کی تہذیب سے ہم آہنگ ہونے کا نظارہ پیش کرتی ہیں، جب کہ غیر مسلم حکمرانوں نے ایکا کرلیا ہے کہ ہم نے اسلام، اسلامی اقدار، اسلامی تہذیب اور اسلامی شعائر کو مٹانا، ان کو فرسودہ قرار دینا اور ان کو غیر موثر کرنا ہے، اس لیے وہ کبھی اذان پر پابندی لگاتے ہیں تو کبھی مساجد کے میناروں کو گرانے کا حکم دیتے ہیں۔ کبھی نعوذباللہ! پیغمبرِ اسلام کے گستاخانہ خاکے بناتے ہیں تو کبھی قرآن کریم کو جلانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ اب ان کا نشانہ مسلم خواتین کا حجاب اور پردہ ہے۔ پہلے فرانس نے پابندی لگائی اور باپردہ مسلم خواتین پر جرمانے عائد کیے، پھر ڈنمارک اور سوئٹزر لینڈ اور دوسرے مغربی ممالک نے مذہب سے انسانی آزادی کے اجتماعی اور ملحدانہ تصور کی بنیاد پر حجاب کو انسانی حقوق کے خلاف قرار دیا اور اس غلط نظریے کی وجہ سے حجاب پر پابندی عائد کردی۔ الحمدللہ! باہمت، باحیا اور باکردار مسلم خواتین نے پابندیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پردہ اور حجاب پر جرمانے قبول کیے، طعنے سہے، حتیٰ کہ حجاب کی بنا پر ان کی شہادتیں بھی ہوئیں، لیکن انہوں نے حجاب اور پردہ کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دی۔

اب بھارت نے اپنے مغربی آقاؤں کی آشیرباد اور ہلہ شیری کی وجہ سے ریاست کرناٹک جہاں مودی کی جماعت کی حکومت ہے، وہاں کے تعلیمی اداروں میں مسلمان خواتین کے حجاب پر پابندی عائد کردی ہے، یہ پابندی کسی ضابطہ اور قانون کی بنا پر نہیں، بلکہ ایک اسکول میں متعصب ٹیچر نے ایک طالبہ کو باپردہ ہونے کی بنا پر کلاس سے اٹھادیا، اس کی دیکھا دیکھی دوسرے اسکولوں میں بھی غیر اعلانیہ اس پر عمل ہونے لگا، اسی اثنا میں ایک طالبہ مسکان نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ متعصب اور جنونی غنڈوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا برقع اور حجاب نہیں اُتارا، بلکہ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کہہ کر پوری مسلم برادری کو بھی ایک بھولا ہوا سبق یاد دلادیا کہ مشکل وقت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی مدد کرتا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر اس سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ روزنامہ ایکسپریس کراچی بدھ ۹/ فروری ۲۰۲۲ء میں ہے:

’’نئی دہلی، لکھنؤ (مانیٹرنگ ڈیسک، نیوز ایجنسیاں) بھارت میں ہراسانی کا شکار باحجاب طالبہ کے نعرہ اللہ اکبر کی گونج ’ریاست کرناٹک کے ایک کالج میں زعفرانی مفلر پہنے طالب علموں نے مہاتما گاندھی میموریل کالج میں باحجاب طالبات کو ہراساں کیا اور ان کے خلاف نعرے لگائے۔ انڈین میڈیا کے مطابق منگل کو سو سے زائد طالب علم کالج میں گھس گئے اور طالبات کے خلاف نعرے بازی شروع کر دی، تعلیمی ادارہ جے شری رام اور اللہ اکبر سے گونج اٹھا، طالب علموں نے کالج کے دروازے پر اپنا تعارف آکھل بھارتیہ ودیارتھی پرشاد (اے بی وی پی

حجاب اور پردہ ہے۔ پہلے فرانس نے پابندی لگائی اور باپردہ مسلم خواتین پر جرمانے عائد کیے، پھر ڈنمارک اور سوئٹزر لینڈ اور دوسرے مغربی ممالک نے مذہب سے انسانی آزادی کے اجتماعی اور ملحدانہ تصور کی بنیاد پر حجاب کو انسانی حقوق کے خلاف قرار دیا اور اس غلط نظریے کی وجہ سے حجاب پر پابندی عائد کردی۔ الحمد للہ! باہمت، باحیا اور باکردار مسلم خواتین نے پابندیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پردہ اور حجاب پر جرمانے قبول کیے، طعنے سہے، حتیٰ کہ حجاب کی بنا پر ان کی شہادتیں بھی ہوئیں، لیکن انہوں نے حجاب اور پردہ کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دی۔ اب بھارت نے اپنے مغربی آقاؤں کی آشیرباد اور ہلہ شیری کی وجہ سے ریاست کرناٹک جہاں مودی کی جماعت کی حکومت ہے، وہاں کے تعلیمی اداروں میں مسلمان خواتین کے حجاب پر پابندی عائد کردی ہے، یہ پابندی کسی ضابطہ اور قانون کی بنا پر نہیں، بلکہ ایک اسکول میں متعصب ٹیچر نے ایک طالبہ کو باپردہ ہونے کی بنا پر کلاس سے اٹھادیا، اس کی دیکھا دیکھی دوسرے اسکولوں میں بھی غیر اعلانیہ اس پر عمل ہونے لگا، اسی اثنا میں ایک طالبہ مسکان نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ متعصب اور جنونی غنڈوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا برقع اور حجاب نہیں اُتارا، بلکہ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کہہ کر پوری مسلم برادری کو بھی ایک بھولا ہوا سبق یاد دلادیا کہ مشکل وقت میں صرف اللہ تعالیٰ ہی مدد کرتا ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر اس سے مدد طلب کرنی چاہیے۔

روزنامہ ایکسپریس کراچی بدھ ۹؍ فروری ۲۰۲۲ء میں ہے:

''نئی دہلی، لکھنؤ (مانیٹرنگ ڈیسک، نیوز ایجنسیاں) بھارت میں ہراسانی کا شکار باحجاب طالبہ کے نعرہ اللہ اکبر کی گونج' ریاست کرناٹک کے ایک کالج میں زعفرانی مفلر پہنے طالب علموں نے مہاتما گاندھی میموریل کالج میں باحجاب طالبات کو ہراساں کیا اور ان کے خلاف نعرے لگائے۔ انڈین میڈیا کے مطابق منگل کو سو سے زائد طالب علم کالج میں گھس گئے اور طالبات کے خلاف نعرے بازی شروع کردی، تعلیمی ادارہ جے شری رام اور اللہ اکبر سے گونج اٹھا، طالب علموں نے کالج کے دروازے پر اپنا تعارف آکھل بھارتیہ ودیار تھی پر شاد (اے بی وی پی) کے ارکان کے طور پر کرایا۔ ہراساں کیے جانے کے باوجود ہجوم کے سامنے اللہ اکبر کے نعرے لگانے والی مسلمان لڑکی مسکان سے اظہارِ یکجہتی کے لیے انڈیا اور پاکستان میں اللہ اکبر ٹرینڈ کرنے لگا ہے۔ ایک انڈین نیوز چینل سے گفتگو کرتے ہوئے مسکان کا کہنا تھا کہ وہ پریشان نہیں تھیں، وہ اپنی اسائنمنٹ جمع کرانے کے لیے کالج گئی تھیں، لیکن وہاں موجود ہجوم نے انہیں برقع میں ملبوس ہونے کی وجہ سے اندر نہ جانے دیا۔ اس موقع پر انہوں نے میرے سامنے شور شرابا کرتے ہوئے نعرے لگائے، جس کے جواب میں 'میں نے بلند آواز میں اللہ اکبر پکارنا شروع کردیا۔ مسکان کا کہنا تھا کہ وہ حجاب پہننے کے اپنے حق سے متعلق جدوجہد جاری رکھیں گی۔ طالبہ نے ہجوم کے سامنے اللہ اکبر پکارنے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا، جب وہاں موجود انتظامیہ کے کچھ افراد نے انہیں ہجوم سے بچایا۔'' (روزنامہ ایکسپریس کراچی، ۹؍ فروری ۲۰۲۲ء)

اس واقعہ کے خلاف ریاست کے کئی شہروں میں مظاہرے ہوئے اور حالات کشیدہ ہونے پر ریاستی حکومت کو تعلیمی ادارے تین دن بند کرنا پڑے۔ ہندو انتہا پسند کرناٹک سمیت کئی ریاستوں میں مسلمان طالبات کو مسلسل ہراساں کررہے ہیں، جس کے خلاف مسلمان سراپا احتجاج ہیں۔ جمعیت علمائے ہند نے مسکان کی جرأت مندی پر اسے پانچ لاکھ روپے بطور انعام دیئے۔ جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی ہدایت پر ۱۸؍ فروری ۲۰۲۲ء بروز جمعہ کو ملک بھر کی مساجد میں حجاب اور پردہ کے موضوعات پر جہاں بیان کیے گئے، وہاں جمعہ کے اجتماعات میں بھارت کے خلاف مذمتی قراردادیں بھی منظور کی گئیںاور بھارت میں مسلمانوں پر مظالم کے خلاف مظاہرے ہوئے اور جلوس نکالے گئے۔

اس بھارتی درندگی پر سب سے زیادہ مؤثر ردِ عمل کویتی عوام اور کویتی اراکین پارلیمنٹ نے دیا، جہاں ۲۲ کویتی اراکین پارلیمنٹ بھارت میں حجاب پر پابندی کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور دستخط شدہ ایک بیان جاری کیا، بیان میں حجاب کو مسلمان خواتین کا شرعی اور آئینی حق قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ مودی سرکار کی جانب سے حجاب پر پابندی دراصل مسلم خواتین کو اپنا

دین اور سماجی شناخت چھوڑنے پر مجبور کرنا ہے۔ انھوں نے بین الاقوامی انسانی حقوق سمیت اسلامی تنظیموں، حکومتوں اور کویت کی وزارتِ خارجہ سے بھارت کی انتہاپسند سرکار کو بیس کروڑ مسلمانوں کے خلاف جاری وحشیانہ اقدامات روکنے کے لیے دباؤ ڈالنے کا مطالبہ کیا ہے اور اس سے پہلے گیارہ اراکینِ پارلیمنٹ نے بھارت کی جماعت بی جے پی سے وابستہ تمام افراد کا کویت میں داخلے پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ بھی کیا تھا۔

ادھر جب یہ معاملہ بھارت کی نچلی عدالت میں گیا تو اس نے بڑی عدالت میں بھیج دیا، اس عدالت نے بھی اس پابندی کو جواز دیا اور حکم دیا کہ فیصلہ آنے تک حجاب پر پابندی برقرار رہے گی، حالانکہ بھارت کے آئین میں مسلمانوں کو ان کی مذہبی آزادی اور تہذیبی روایات پر عمل کی اجازت دی گئی ہے۔ اب بھارت کی کئی ریاستوں میں جا بجا فساد ہو رہے ہیں، طالبات نے امتحانات کا بائیکاٹ کر دیا ہے۔ کرناٹک کے کالج میں ایک مسلم خاتون انگلش لیکچرر نے حجاب اُتارنے کا حکم ماننے کے بجائے استعفا دے دیا، اس نے کہا کہ: حجاب اُتارنے کے حکم سے میری عزتِ نفس مجروح ہوئی ہے، پچھلے تین سال سے حجاب کر کے کالج آ رہی ہوں، مذہبی آزادی کا حق ملکی آئین دیتا ہے، جسے کوئی نہیں چھین سکتا۔ حجاب پر پابندی کے غیر جمہوری اقدام کی مذمت کرتی ہوں۔

ہمارے ملک پاکستان کے دفترِ خارجہ نے بھی بھارتی سفارت خانے کے ناظم الامور کو طلب کر کے خواتین کے حجاب کے خلاف شر انگیز مہم جوئی اور مسلم خواتین کو ہراساں کرنے جیسے سنگین واقعات پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھارت انتہاپسندی پر مشتمل پالیسیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو کچلنے جیسے اقدامات سے باز رہے۔

برقع پہننا، اسکارف اوڑھنا، نقاب کرنا، حجاب سے چہرے اور جسم کو چھپا کر گھر سے باہر نکلنا، مسلمان خواتین کے لیے دینی تقاضا ہے، جو کہ اسلام کے علاوہ دوسرے ادیان اور مذاہب میں بھی اس کی تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے اور ہر باشعور اور عقل مند آدمی حجاب اور پردہ کو نہ صرف یہ کہ خواتین کی عزت، حرمت، عصمت، حیا اور شرم کے لیے ضروری قرار دیتا ہے، بلکہ مردوں کے لیے بھی بدنظری، غلط خیالات اور گناہوں سے بچنے کے لیے لازمی امر سمجھتا ہے۔

خواتین کا حجاب بے حیائی کی روک تھام اور جنسی ہراسانی کے سدّباب کا واحد حل ہے، صرف مسلم ہی نہیں غیر مسلم خواتین کے تحفظ کے لیے بھی ناگزیر قرار دینا عین عقل مندی ہے۔ اس پر حیا سے محروم دنیا کی غیر مسلم خواتین کے تجربے اور تجزیے بھی میڈیا پر عام ہوئے ہیں۔

بہرحال ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بھی حجاب اور پردہ کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس پر عمل ہونا چاہیے اور ایسے لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے جو یہاں بھی حجاب، اسکارف اور پردہ کرنے والی خواتین کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ بالخصوص میڈیا مالکان اور ان کے کارپردازان اپنے ہاں خبریں پڑھنے والی خواتین ہوں یا پروگراموں کی میزبانی کرنے والی اینکر ان کے لیے حجاب اور پردہ کے روادار نہیں۔ اسی طرح کتنے پرائیویٹ اور مشنری تعلیمی ادارے ہیں، جن میں طالبات کے حجاب اور پردہ تو دور کی بات ہے، سر پر دوپٹہ لینے کی بھی اجازت نہیں۔ اسی طرح شادی بیاہوں میں مرد وزن کا اختلاط عام ہوتا جا رہا ہے۔ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مرد وزن کا اختلاط بھی ایک معمول کی بات سمجھی جاتی ہے۔ بہرحال جہاں ہم دنیا بھر میں خواتین کے باپردہ ہونے پر ہونے والی زیادتیوں کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں، وہاں ہمیں خود بھی اپنے ہاں ایسے ماحول کے احیاء پر زور دینا چاہیے، جہاں بے پردگی اور خواتین کی آزادی کے نام پر چہرے اور جسم کو نہ ڈھانپنے کی کوئی کوشش نہ کی جاتی ہو، ورنہ ہمارا یہ احتجاج نہ صرف یہ کہ دنیا بھر کی مظلوم، باحیا، باکردار اور باغیرت مسلم خواتین کے لیے غیر موثر ثابت ہوگا، بلکہ دنیا میں ذلت و رسوائی کے ساتھ ساتھ آخرت میں وبال بھی بھگتنا پڑے گا، ولا فعل اللہ ذلک۔

# آج بن کے ابن خنساء ذرا

ہیں کہاں میری ملت کے وہ نوجوان　　جن کی غیرت دلیری کے قصے یہاں
پھر کہیں سے کسی نے یہ آواز دی
آج بن کے دکھا ابن خنساء زرا

وہ جو قاری تھے باطن میں قرآن تھے　　وہ جو واعظ تھے داعی تھے اسلام کے
جن کی تکبیر میں ایسی تاثیر تھی　　جس نے توحید کو پھر سے زندہ کرا
پھر کہیں سے کسی نے یہ آواز دی
آج بن کے دکھا ابن خنساء زرا

آج بیٹے وہ قاسم کے معدوم ہیں　　سر سے پاؤں تلک وہن میں چور ہیں
جن کے ہاتھوں کی زینت یہ قرآن تھا　　اپنے ایمان کی اب ان کو پرواہ کہاں
پھر کہیں سے کسی نے یہ آواز دی
آج بن کے دکھا ابن خنسائ زرا

میری امت کے شیروں پہ لازم ہے یہ　　چھوڑیں گھر بار پہنچے محازوں پہ وہ
محفلوں اور دنیا کو ویران کریں　　راستہ تھا یہی ان کے اسلاف کا
پھر کہیں سے کسی نے یہ آواز دی
آج بن کے دکھا ابن خنساء زرا

کون پونچھے گا اس ماں کے آنسو زرا　　جس کا بیٹا ہے اس راہ میں گمشدہ
ہے کوئی ماں کی آنکھیں جو ٹھنڈی کرے　　آرزو میں کہیں مر نہ جائے وہ ماں
پھر کہیں سے کسی نے یہ آواز دی
آج بن کے دکھا ابن خنساء زرا

جن کی نظروں میں سلطانیت ہیچ تھی　　پھر سے فرعوں کی صف میں کھڑے ہو گئے
آج کافر کے قدموں کی وہ دھول ہیں　　آج دنیا میں سب سے وہ مظلوم ہیں
پھر کہیں سے کسی نے یہ آواز دی
آج بن کے دکھا ابن خنساء زرا

بیچ دیتے ہیں ایمان کو بازار میں　　خوف کھاتے نہیں اپنے انجام سے
اپنے اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے وہ　　دے گا کون ان کے حق میں گواہی وہاں
پھر کہیں سے کسی نے یہ آواز دی
آج بن کے دکھا ابن خنسائ زرا

ام ایمن

# محاذ پر موجود مجاہدین بھائیوں کیلیئے امیر تحریک طالبان پاکستان کی خصوصی ہدایات

1) دورانِ کارروائی اور کارروائی کے اختتام پر اپنے آپ کو ہر ایسے قول و فعل سے بچائیں جس سے مجاہدین کی نیک نامی متاثر ہوتی ہو۔

2) کوشش کریں کہ کارروائیوں کے دوران عوامی نقصانات نہ ہوں۔

3) اسلام دشمن افواج پاکستان کے اہلکار جب لڑائی میں مارے جائیں تو ان کے مُثلے (ہاتھ، پاؤں، ناک، کان اور گلہ وغیرہ کاٹنے) سے خود کو بچائیں، کیونکہ مثلہ شریعت میں حرام ہے۔

4) اسی طرح دشمن کے سروں کو کاٹنے اور اپنے ساتھ لے جانے سے گریز کریں۔ کیونکہ بلاضرورت اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

5) حتی الامکان دشمن کو تسلیم ہونے پر مجبور کریں، اور امن دینے کے بعد غدر وخیانت سے خود بھی بچیں اور ساتھیوں کو بھی اس کی تلقین کریں۔